۳۶ سورہ یٰس

سورۂ یٰسین

سورۂ یٰسین

سورۃ مکی ہے جسکے آیات تراسی۔ کلمات سات سو انتیس۔ حروف تین ہزار ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز کیلئے دل ہوتا ہے۔ قرآن کا دل یٰسین ہے۔
جو شخص یٰسین پڑھیگا اللہ تعالےٰ اسکے عوض دس بار قرآن کی تلاوت کا ثواب لکھیگا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی رات میں یٰسین یا حٰم دخان پڑھیگا وہ
صبح کو مغفور اُٹھیگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یٰسین قلب قرآن ہے۔ جب ایسا
شخص جو اللہ و رسول اور آخرت کو چاہتا ہے اسے پڑھیگا تو بخشا ہی جائیگا۔ اور تم اسکو اپنے
مُردوں پر پڑھا کرو۔ بعض علمانے فرمایا ہے کہ اس سورہ کی خاصیت ہے کہ جب کسی مشکل کام
پر پڑھا جاے تو اللہ تعالےٰ ضرور ہی آسان فرماتا ہے۔ نزع کے وقت اُسے اسلئے پڑھتے ہیں کہ
اللہ تعالےٰ کی رحمت و برکت نازل ہو۔ اور روح آسانی سے نکلے۔ مشایخ فرمایا کرتے تھے کہ
جب میت کے پاس سورہ یٰسین پڑھی جاتی ہے تو اسکی برکت سے اللہ تعالےٰ اسپر آسانی فرماتا ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے آرزو ہے کہ یہ یعنی سورہ یٰسین میرے ہر اُمتی کے دلمیں ہو یعنی حفظ کرے

۱ ابن کثیر از ترمذی مع قیل و قال ۲ ابو یعلی باسناد جید (ابن کثیر) ۳ امام احمد و ابوداؤد و نسائی
فی الیوم واللیلۃ۔ اور ابن ماجہ۔ ۴ ابن کثیر۔ ۵ ابن کثیر از امام احمد ۶ ابن کثیر از بزار بروایت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ۝ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝

حکمت والے قرآن کی قسم ہے کہ بیشک اے نبی تم پیغمبروں میں سے ہو۔ سیدھے رستے پر ہو (یعنی قرآن) زبردست مہربان کا اتارا ہوا تاکہ تم اُن لوگوں کو ڈراؤ جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے اسلئے وہ غافل ہیں۔

یٰسین سے مراد یا انسان[1] ہے۔ اور حقیقت میں انسان کامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اسی لیے دوسری روایت[2] میں یا محمد ہے۔ اگرچہ دوسرے انبیا و اولیا بھی کامل ہیں لیکن جسطرح کامل اکمل سے لاحق اور فاضل افضل سے نسبت رکھتا ہے اسی طرح سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں۔ غافلوں سے مراد عرب[3] ہیں۔ اگرچہ اس ڈرانیسے

یٰسٓ۔ یہ حروف مقطعات سے ہیں۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ "یٰسین کے معنی یا انسان کے ہیں"۔ (ابن کثیر) اور ابوبکر وراق نے کہا کہ یہ کلمہ سید کی طرف اشارہ ہے یعنے یا سید البشر (خطیب) سعدی صاحب فرماتے ہیں

ندانم کدامے سخن گویمت	که والاتری زانچه من گویمت
ترا عز لولاک تمکین بس است	ثنائے تو طٰہٰ و یٰسین بس است

[1] اخرج ابن ابی شیبه وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم من طرق عن ابن عباس فی قوله یٰسین قال یا انسان (در) [2] اخرج ابن ابی شیبه وابن المنذر والبیهقی فی الدلائل عن محمد بن الحنفیه فی قوله۔ یٰسین قال یا محمد۔ (در) [3] صرف عرب کے ذکر سے غیر عرب کی نفی نہیں ہوسکتی۔

یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ
ورش و شامی و شعبہ و کسائی
ساکت ادغام
نون کے واو میں
تَنْزِیْلُ
نافع و مکی و بصری
و شعبہ ساکت
رفع لام کے۔
خبر مبتدا محذوف
کی ہے جو ہو
ہے جس کا
مرجع قرآن ہے

تھوڑے سے لوگ مسلمان ہوں گے مگر اکثر اسلام نہ لائیں گے جس طرح فرماتا ہے۔ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ

عَلٰٓی اَکْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ○ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَهُمْ

مُّقْمَحُوْنَ ○ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ

فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ○ وَسَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ○ اِنَّمَا

تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِیْمٍ ○

سُدًّا دونوں جگہ نافع و مکی و بصری و شامی و شعبہ ساتھ ضمہ سین کے دو لغتیں ہیں۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) جس طرح بعض خاص افراد کے ذکر سے عام کی نفی نہیں ہوتی بلکہ آپکی بعثت عامہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے (ابن کثیر) غافلوں سے مراد کافر ہیں لیکن ایک غفلت مسلمانوں کو بھی لاحق ہوتی ہے یہاں تک کہ تلاوت قرآن میں بھی ہمیں جاتی ہوتی جاتی ہے

؎ رُبَّ تَالٍ یَقُوْهُ بِالْقُرْاٰنِ	وَهُوَ یُقْضِیْ بِهٖ اِلَی الْخُذْلَانِ
لعنت است ایں کہ بہر لہجہ و صوت ؞	شود از تو حضور خاطر فوت
فکر حسن غنا برد ہوشت	متکلم شود فراموشت
نشود بر دل تو تابندہ ؞	ایں کلام خداست یا بندہ

اور صوفی غافل کے برعکس ہے ؎

ہر کہ حق را بنور معرفتش	کائن بائن بود صفتش
جان بحق۔ تن بغیر حق کائن۔	تن ز حق۔ جاں ز غیر حق بائن ؞
ظاہر او بخلق پیوستہ ؞	باطن او ز خلق بگسستہ۔
از دروں آشنا و ہم خانہ	وز بروں در لباس بیگانہ۔

حق القول۔ المراد به قوله تعالى لأملأن جهنم منك وممن تبعك منهم اجمعين۔ وقال بعضهم القول كناية عن العذاب۔ مقمحون۔ القمح لرفع الراس كيفما كان۔ واقمح البعير شددت رأسه الى خلف وقوله مقمحون تشبيه بذلك ومثل لهم وقصد الى وصفهم بالتابي عن الانقياد للحق والتابي عن الانفاق في سبيل الله۔ وقيل اشارة الى حالهم في القيامة (مفردات) اِنَّا جعلنا۔ عکرمہ سے

بیشک انمیں کے اکثر پر عذاب ثابت ہوگیا اسوجہ سے وہ ایمان نہ لائیں گے۔ بیشک
ہم نے انکی گردنوں میں طوق ڈالدئیے ہیں وہ ٹھوڑیوں تک ہیں اسواسطے وہ سر اٹھائے ہوئے
ہیں ہم نے ان کے آگے ایک دیوار اور ان کے پیچھے ایک دیوار بنادی پھر انھیں ڈھانکدیا
اسلئے وہ نہیں دیکھتے (اے نبی) انکے لیے برابر ہے کہ تم انھیں ڈراؤ یا انھیں نہ ڈراؤ وہ ایمان
نہ لائیں گے تم اسی شخص کو ڈرا سکتے ہو جو نصیحت پر چلے اور بے دیکھے رحمٰن سے ڈرے ہیں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) روایت ہے کہ ابوجہل نے کہا کہ اگر میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا تو ایسا ایسا کروں گا (یعنے قتل) پس یہ (دو آیتیں) انا جعلنا سے فھم لا یبصرون تک اتریں۔ عکرمہ فرماتے ہیں کہ ابوجہل سے لوگ کہتے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کہتا کہاں ہیں کہاں ہیں۔ اُسے نظر نہ آتا تھا (ابن جریر) ابن اسحٰق وابن منذر وابن ابی حاتم اور ابو نعیم دلائل میں محمد بن کعب قرظی سے کہ ابوجہل وغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر جمع تھے (تاکہ آپ کو ایذا دیں) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپکے ہاتھ میں ایک مٹھی خاک تھی۔ آپ نے یٰسٓ والقرآن الحکیم کو فھم لا یبصرون تک پڑھا اور ان کے سروں پر خاک ڈالدی۔ اللہ تعالےٰ نے ان کافروں کو اندھا بنادیا۔ اور آپ چلے گئے جب یہ لوگ ہوش میں آئے تو ہر ایک شخص نے اپنے سر سے خاک جھاڑنی شروع کی (در) فقیر کہتا ہے کہ ہجرت کو تشریف لیجاتے وقت یہ واقعہ پیش آیا تھا جسطرح اہل سیر نے لکھا ہے۔ فاغشیناھم۔ یہاں مضاف ابصار محذوف ہے اور تقدیر یوں ہے فغطینا ابصارھم۔ وخشی الرحمٰن بالغیب۔ ای والحال انہ لم یر الرحمٰن علےٰ انہ حال من المفعول۔ او حال کونہ غایبا عن عیون الناس فی خلوتہ ولم یغتر برحمتہ علےٰ انہ حال من الفاعل۔ لہ وفی التیسیر ضم الایدی الی الاذقان بالاغلال عبارۃ عن منع التوفیق حین استکبروا عن الحق۔ لان المتکبر یوصف برفع العنق والمتواضع بضدہ کما فی قولہ فظلت اعناقھم لھا خاضعین (خفاجی) ۱۲۔

تم اسے بخشش اور اچھے بدلے کی خوشخبری دو یعنی ان کافروں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کی
گردن میں بھاری طوق ڈالکر اسکے دونوں ہاتھ اسکی ٹھوڑی کے نیچے جکڑ دیے جائیں کہ
وہ سر نہیں جھکا سکتا۔ اور نہ بھلائی کی جانب اپنا ہاتھ پھیلا سکتا یا ایسی مثال ہے کہ جیسے
کوئی شخص دو دیواروں کے درمیان محبوس ہو کہ اس کے سوا اسے کچھ نظر نہ آئے۔ پس
اسی طرح کافر بھی اپنی نفس کی جہالت میں پھنسے ہیں جس سے حق نظر نہیں آتا اور
معجزات سے بھی انھیں ہدایت نہیں ہوتی۔ اسی لئے فرمایا کہ اے نبی تمھارا ڈرانا اور نہ ڈرانا
ان کافروں کے حق میں مساوی ہے کیونکہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ ہاں جو قرآن کی
پیروی کرتا ہے اور رحمان سے بغیر دیکھے ڈرتا ہے تو اسے تمھارا ڈرانا نفع دیگا۔ پھر ایسے بندے کو
مغفرت و ثوابِ جمیل کی خوشخبری دو۔ اسی لئے قیامت کا بیان فرماتا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ

نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۚ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ۝

لہ مخفی نہ رہے کہ انذار و عدمِ انذار بہ لحاظ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں ہے۔ بلکہ انذار سبب زیادتی سیادت
وسعادتِ دنیا و آخرت میں آپکے لئے ہے۔ اٰثارھم ۔ جمع الاثر۔ و اثر الشیٔ حصول مایدل علی وجودہ
(مفردات) وہ نشانیاں جو انھوں نے اپنے مرنے کے بعد چھوڑ گئے۔ خواہ وہ نیکی ہو جسطرح علم کی تعلیم یا عمدہ
کتاب کی تالیف یا اوقاف مسجد و خانقاہ و پل۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎

نمرد آنکہ ماند پس از وے بجائے	پل و مسجد و چاہ و مہمان سرائے
ہر آں کو نماند پسش یادگار	درخت وجودش نیاورد بار

خواہ وہ برائی ہو جس طرح قانونِ ظلم ٹکس یا کروڑگیری کا محصول یا ناٹک وغیرہ جو شیانہ کہ مخالف

۱۲

اچھا اور بُرا طریقہ چھوڑ جانا۔

بیشک ہم ہی مُردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ہم اُس چیز کو جو انہوں نے آگے بھیجا اور انکی نشانیوں کو (جو پیچھے چھوڑ گئے) لکھتے ہیں۔ اور ہم نے ہر ایک چیز کو لوح محفوظ میں قلمبند کیا ہے۔ آثار سے مراد وہ طریقہ جو انہوں نے چھوڑ گیا۔ اور اُن کے مرے بعد لوگوں نے اُس پر عمل کیا۔ پھر وہ اگر چال چلن اچھی ہے تو جتنے لوگ اُسپر عمل کریں گے اتنا ہی ثواب اُسے ملیگا۔ اور اگر بُری ہے تو اتنا ہی عذاب اُسی حاصل ہوگا جسطرح حدیث میں آیا ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ آثار سے مراد وہ نشانِ قدم ہے جو طاعت یا معصیت کی جانب چلنے میں شمار ہوں۔ چنانچہ احادیث میں آیا ہے۔ اور ان دونوں تفسیروں میں منافات نہیں بلکہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) شرح ہوں۔ مولانا فرماتے ہیں۔ ٥

ہر کہ بنہد سنتِ بد اے فتےٰ	تا در افتد بعد او خلق از عمیٰ
جمع گردد بر وے آں جملہ بزہ	کو سرے بودست۔ وایشاں دُم غزہ

بیان بدعت حسنہ وسیئہ

امام مبین۔ ھٰہنا ھوام الکتاب قالہ مجاھد وقتادہ وعبد الرحمن بن زید بن اسلم (ابن کثیر) لوح محفوظ کو امام اس لئے کہتے ہیں کہ فرشتے اجل ورزق وغیرہ کو اُسمیں لکھا ہوا دیکھکر اُسکی اتباع کرتے ہیں لے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اسلام میں کوئی نیک راہ نکالی تو اُسکے واسطے خود اُس کے عمل کا اور اُس کے بعد جن لوگوں نے اسپر عمل کیا اُنکا ثواب بھی ملیگا بغیر اسکے کہ عمل کرنیوالوں کے ثواب میں سے کچھ کم ہوگا۔ اور جس شخص نے اسلام میں بُری راہ نکالی تو اس شخص پر خود اس بدکاری کا اور جو لوگ اس بُری راہ پر چلے اُنکا بھی گناہ ہوگا بغیر اسکے کہ اُن کے گناہ سے کچھ کم ہو (ابن کثیر از مسلم وابن ابی حاتم) فقیر کہتا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے اور سیئہ بھی لے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینے کی ایک جانب بنی سلمہ رہتے تھے (اور وہ مقام مسجد نبوی کے

قولِ اول عام ہے جو قولِ ثانی کو بھی شامل ہے کیونکہ جب آثارِ قدم لکھے جاتے ہیں تو جب آدمی نے نیک یا بد اثر چھوڑا جسمیں اسکی اقتدا کیگئی وہ تو ضرور ہی اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائیگا اور تمام چیزیں لوحِ محفوظ میں پوری طور سے لکھی ہوی ہیں. بعد اس کے ایک قطعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تسلی کیلئے بیان فرماتا ہے کہ جن لوگوں کو انذار و عدمِ انذار یکساں ہوا اور آیتوں سے انھیں کچھ بھی نفع نہیں پہنچا۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ
جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۞ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ
اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ۞ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ
اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ۞ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ۞ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۞
قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞ قَالُوْا

فعززنا ابوبکر یعنے شعبہ سانۃ تخفیف والے کے۔ دو لغتیں ہیں۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) سے کسی قدر فاصلہ پر تھا) انہوں نے چاہا کہ مسجد کے قریب آجائیں. بس یہ آیت انا نحن نحي الموتى اتری. آنحضرت نے ان لوگوں کو بلا کر فرمایا کہ تمھارے نشانِ قدم لکھے جائیں گے. اور یہ آیت پڑھ سنائی پھر وہ لوگ منتقل نہوے. (ابن کثیر از ترمذی) ابن کثیر نے ایک دوسری روایت اسی کے قریب قریب امام احمد و مسلم سے نقل کی ہے. اگرچہ یہ سورت مکی ہے اور اس حدیث میں شانِ نزول مدینہ تبلایا گیا ہے تو یہ انھیں آیتوں میں سے ہے جو دوبارہ نازل ہوئیں۔ مثلاً۔ والمثل هنا بمعنى القصة الغريبة و هو على حذف مضاف اى اجعل لهم مثل اصحاب القرية مثلا (خفاجى) فعززنا۔ قال ابن زيد التعزز القوة (ابن جرير) فعززنا بخفف وبشدد (وهما بمعنى كشدد وشدد) اى قوّينا وشدّدنا (مختار) لنرجمنكم قال قتادة بالحجارة۔ وقال مجاهد بالشتم (ابن كثير)

قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ

رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔـلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ

مُّهْتَدُوْنَ ۝ (اے نبی) تم ان سے بستی والوں کا قصہ بیان کرو جب وہاں ہمارے پیغمبر

آئے۔ جب ہم نے انکی طرف دو (پیغمبر) بھیجے تو انہوں نے انھیں جھٹلایا پھر ہم نے تیسرے

(پیغمبر) سے قوت دی تو (تینوں) بولے کہ بیشک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ (بستی

والے) بولے تم تو ہمارے جیسے ہی آدمی ہو اور رحمٰن نے تو کوئی چیز نہیں اتاری تم

صرف جھوٹ کہتے ہو۔ (پیغمبر) بولے ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ بیشک ہم البتہ تمہاری

طرف بھیجے گئے ہیں۔ اور ہم پر صرف کھلے طور پر پہنچا دینا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بیشک ہم نے

تم سے بدفالی لی ہے۔ اگر تم باز نہ آؤ گے تو ضرور ہم تمھیں سنگسار کریں گے اور ضرور ہم سے

تمھیں دردناک عذاب پہنچیگا۔ (پیغمبر) بولے تمھاری نحوست تمھارے ساتھ ہے۔ کیا اگر

تمھیں نصیحت کیجائے (تو بدفالی لیتے ہو) بلکہ تم لوگ حد سے گذرنے والے ہو۔ اور ایک شخص

شہر کے پرلے سرے سے دوڑتا ہوا آیا کہا اے میری قوم پیغمبروں کی پیروی کرو۔ انکی پیروی کرو

جو تم سے کچھ مزدوری نہیں مانگتے۔ اور وہ راہ پائے ہوئے ہیں۔ **قصہ** یہ کہ اس شہر کا

قصہ رسل و حبیب نجار

لہ قال قتادۃ ای ان ذکرناکم باللہ تطیرتم منا (ابن کثیر) لے جواب الشرط محذوف مثل تطیرتم او توعدتم بالرجم والتعذیب (بیضاوی) ائن ایمین دو ہمزے ہیں۔ ایک استفہامیہ۔ دوسرا شرطیہ

نام انطاکیہ تھا۔ اُس کا پادشاہ انطیخش نام بت پرست تھا۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے اس شہر کی طرف دو رسول بھیجے۔ اُن لوگوں نے انھیں جھٹلایا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک تیسرے رسول کو روانہ فرماکے انھیں تقویت دی اور انکی مدد کی پیغمبروں نے فرمایا کہ بیشک ہم لوگ تمھاری طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ تم اُس وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کرو انھوں نے جواب دیا تم تو ہمارے جیسے ہی آدمی ہو۔ اگر بشر ہی پر اللہ تعالیٰ وحی بھیجتا تو ہم پر کیوں نہ نازل ہوئی۔ تم بالکل جھوٹ بولتے ہو۔ رسولوں نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا پروردگار جانتا ہے۔ بے شک ہم تمھارے پاس اُسی کے بھیجے ہوئے آئے ہیں اور ہمارا کام تو صرف حکم خدا صاف صاف پہونچا دینا ہے۔ اگر ہم جھوٹے ہیں تو وہ ہم سے سخت بدلا لیگا ورنہ وہ ہمیں فتح و نصرت دیگا اور تمھیں ذلیل و خوار کریگا۔ وہ بولے ہم نے تمھیں بڑا ہی منحوس پایا۔ اگر تم اپنے وعظ و نصیحت سے باز نہ آؤگے تو ہم تمھیں ضرور سنگسار کر ڈالیں گے۔ اور ضرور ہم سے تمھیں بڑی سخت تکلیف پہونچیگی انبیا علیہم السلام نے فرمایا تمھاری نحوست تمھارے ساتھ ہے یعنے سبب نحوست تمھارا ہی برا عقیدہ اور تمھارے ہی برے اعمال ہیں۔ کیا اگر تمھیں نصیحت کیگئی تو تم بجائے نصیحت قبول کرنیکے الٹا ہمیں ناحق نحوست کا

له قال ابن اسحاق فيما بلغه عن ابن عباس رضي الله عنهما وكعب الاحبار ووهب بن منبه انها مدينة انطاكية وكان بها ملك يقال له انطيخش بن انطيخش بن انطيخش وكان يعبد الاصنام فبعث الله تعالى اليه ثلاثة من الرسل وهم صادق وصدوق وشلوم فكذبهم (ابن كثير) ۱۲-

الزام لگاتے اور گالی گلوچ مارپیٹ سے دھمکاتے ہو بلکہ تم لوگ اپنی بدکاریوں میں حد سے گذر گئے ہو کیونکہ جن لوگوں کی تعظیم کرنی اور متبرک سمجھنا تھا انھیں کو منحوس ٹھیرایا جب کافروں نے ان رسولوں کے قتل کا ارادہ کیا تو اس شہر کے پرلے طرف سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا جسکا نام حبیب تھا کہنے لگا اے میری قوم تم ان رسولوں کی اتباع کرو۔ ایسے لوگوں کی پیروی کرو جو تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتے اور خود راہ راست پر ہیں

فقیر عرض کرتا ہے کہ مظاہر مختلف غور کرنیکے قابل ہیں۔ کافر انبیاے کرام کو باعث نحوست سمجھکر ان سے شگون بد لیتے تھے۔ اسی طرح آجکل عوام خصوصًا عورتوں میں یہ بلا عام ہوگئی ہے۔ کوئی ساس نئی بہو کو منحوس جانتی ہے۔ کوئی میاں نئے ملازم کے قدم کو منحوس سمجھتا ہے۔ غرض نحوست و بدفالی کے سیکڑوں طریقے نکالے گئے ہیں۔ رفتہ رفتہ نوبت یہانتک پہنچتی ہے کہ مالک حقیقی کے ساتھ علاقہ بہت ہی ضعیف ہوجاتا ہے آخر میں انسان یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالے کی طرف سے کچھ نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہوتا ہے ان ہی اسباب وہمی سے ہوتا ہے۔ معاذ اللہ اگر یہی حالت موت تک رہی تو خاتمہ خراب ہونے میں کیا شک ہے۔ برخلاف ان اللہ والوں کے جو خدا کے سوا کسی کو بھی

لہ قال ابن اسحٰق فیما بلغہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وکعب الاحبار و وہب بن منبہ ان اہل القریۃ ہمّوا بقتل رسلہم فجاءہم رجل (ابن کثیر) ۱۲-

مؤثر حقیقی نہیں جانتے۔ اسی سے اپنی کو لکات سمجھتے ہیں۔ اور ہر فعل کو اپنے محبوبِ حقیقی کا فعل سمجھکر خوش ہو رہے ہیں۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

تیر را مشکن کہ ایں تیرِ شہی ست	نیست پرتابے ز شست آگہی ست
خشمِ خود بشکن تو مشکن تیر را	چشمِ خشمت خوں شمارد شیر را
بوسہ دہ بر تیر و پیشِ شاہ بر	تیرِ خوں آلودہ۔ از خون تو تر

یہ اسی وقت ہوتا ہے کہ جب دریائے محبت الٰہی موجزن ہو۔ (کمالہ ۱۷) **محبت** ایک ایسی آگ ہے کہ جب دل کو محبوب کی طرف میلان ہوتا ہے تو بھڑک اٹھتی ہے۔ اور سوائے محبوب کے سب کو جلا دیتی ہے۔ محبوں کے اقسام ہیں۔ (۱) بعض میں محبت محب اور محبوب کے سوا اسکو جلا دیتی ہے۔ اس مقام میں محب محبوب کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ اور اسکے ساتھ مناجات وکلام کرتا ہے۔ یہ مرتبہ متکلم کا ہے جو عوام کو حاصل ہوتا ہے۔ (۲) بعض میں محبوب کے سوا سب کو جلا دیتی ہے یہانتک کہ محب و محبت کو بھی باقی نہیں رکھتی اس مرتبہ میں محب غلبۂ ظہورِ محبوب سے فنا ہوتا ہے یہ درجہ مصطلمین کا ہے جو خواص کو حاصل ہوتا ہے۔ (۳) حق سبحانہ بعض کو بعد فنا بقا دیتا ہے۔ اس مرتبہ میں محبت باقی رہتی ہے اور بقاءِ الٰہی کے ساتھ محب بھی باقی رہتا ہے۔ پہلا مرید۔ دوسرا مراد و عارف۔ تیسرا کامل و محقق ہے۔ پہلی محبت کو ارادت

دوسری کو محبت تیسری کو عشق کہہ سکتے ہیں۔ عوام کی محبت جو احسان کے سبب سے
ہوتی ہے محبت فعلی ہے۔ حق تعالیٰ کی محبت تو اس خیال سے کہ تجھے اپنا مقرب بنایا ہے
بلکہ صرف اسلئے کہ وہ لائق محبت ہے محبت صفاتی ہے۔ محبتِ ذاتی دیدار کے بعد ہوتی
ہے عوام کو اسکی خبر نہیں عوام سے مراد عُبّاد و زُہّاد ہیں۔ (کلمہ ۱۸) **شوق** طلب
دل محبوب کے پانیکے لئے ہے جبکہ اس سے صبر مفقود ہو جائے۔ اور کہتے ہیں کہ اضطراب
دل و عدم سکون بسبب محبوب کے ہو مشتاق کئی قسم کے ہیں۔ بعض کا شوق مطالعۂ
جمال الٰہی سے ہوتا ہے یہ مبتدی کا پہلا مرتبہ ہے۔ بعض کا شوق بھی ہوتا ہے مطالعۂ
جمال کیلئے۔ بلکہ بلحاظ اس بات کے کہ حق سبحانہٗ صفاتِ الٰہیہ کا مستحق ہے بعض کو باقتضائے
حالِ محبت کے ہوتا ہے اور شوق لوازمِ عشق سے ہے۔ ایسے شخص کو ہمیشہ مشاہدہ ہوتا
اسلئے کہ قوتِ شوقیہ خیالِ معشوق کو مستحضر کرتی ہے اور قوتِ عشقیہ اسکی ملازم ہو جاتی ہے
تو وہ صورتِ روحانیہ معشوق کو بسبب تعشقِ ذاتی کے جدا نہیں ہونے دیتی جبتک
کہ محبت اس مرتبہ کو نہ پہونچے اسکا نام عشق نہیں ہوتا۔ بعض کا شوق بتحقق صفاتِ
الٰہیہ ہوتا ہے۔ اور یہ واصلوں کا شوق ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الشَّوْقَ اِلٰی لِقَائِكَ وَلَذَّةَ النَّظَرِ اِلٰی
وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ بِحُرْمَتِ السَّيِّدِ الرَّؤُوْفِ الرَّحِيْمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ وَصَحْبِهِ الْاَكْرَمِيْنَ
وَعَلٰی تَابِعِيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔ للہ الحمد کہ تفسیر پارہ وَمَنْ يَّقْنُتْ ختم ہوئی۔ جو کچھ اسمیں کمی و بیشی ہوئی ہو اللہ تعالیٰ درگذر فرمائے آمین

پھر حبیب کلام کو اس اسلوب پر بیان کرتے ہیں کہ گویا خود اپنے کو نصیحت کر رہے ہیں اور انھیں نصیحت قوم منظور ہے۔ وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ○

اور مجھے کیا ہے کہ اُسکی بندگی نہ کروں جسنے مجھے پیدا کیا اور تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اسمیں معبود حقیقی کا اقرار و اثبات ہے۔ اور معبودان فرضی کا اسطرح انکار کرتے ہیں ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِہٖٓ اٰلِهَةً اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْئًا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ○

کیا میں اسکے سوا دوسروں کو معبود بناؤں اگر رحمن مجھے کچھ ضرر پہنچانا چاہے تو انکی سفارش مجھے کچھ فائدہ نہ دیگی اور نہ وہ مجھے چھڑائیں گے۔ یعنی مجھے نہ تو سفارش کرکے بچا سکیں گے اور نہ اس تکلیف سے بچا سکیں گے پھر یہ جان کر بھی انھیں پوجوں تو مجھسے بڑھکر گمراہ کون ہوگا۔ اِنِّیْٓ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ○ (اگر ایسا کروں تو) بیشک میں اسوقت صریح گمراہی میں ہوں۔ پھر حبیب[1] رسولوں سے مخاطب ہوکر کہنے لگے۔ اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّکُمْ فَاسْمَعُوْنِ○ بیشک میں تمھارے پروردگار پر ایمان لایا مجھسے سن لو تاکہ[2] تم میری ایمان کی

فطرنی والیہ ترجعون۔ فطرۃ و پیدایش کو اپنی طرف منسوب کیا۔ اور رجوع کو انکی جانب۔ اسلئے کہ پیدایش اثر نعمت ہے جسکا ظہور حبیب پر زیادہ ہے۔ اور رجوع زجر کے معنی میں ہے جو کافروں کیلئے زیادہ سزاوار ہے الٰہ نہ کہنے کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ وہ خود کو اُن لوگوں میں سمجھتے ہیں جو اللہ تعالٰی کی عبادت امید و خوف سے نہیں کرتے بلکہ اسکی ذات کیلئے کرتے ہیں۔ ءَاَتَّخِذُ۔ یہ استفہام انکاری ہے۔ ان یردن۔ یہ شرط ہے جسکا جواب لاتغن عنی الخ ہے۔ اور جملہ شرطیہ محل نصب میں صفت الہہ ہے۔ [1] ابن کثیر۔ [2] ابن کثیر ۱۲

گواہی میرے رب کے پاس دو۔ جب انھوں نے اسطرح کہا تو کفار انپر ایک بارگی حملہ کر کے
انھیں پتھروں سے مارنے لگے۔ آپ دعا کرتے کہ الٰہی میری قوم کو ہدایت دے۔ یہ لوگ
کچھ نہیں جانتے ہیں۔ لیکن قوم بدکار نے انھیں یہانتک مارا کہ شہید کر ڈالا۔ اسوقت
آپکو ارشاد ہوا۔ قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۖ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ۙ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَ
جَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ۝ (اس سے) کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو۔ کہا کاش میری قوم
اسکو جانتی کہ میرے رب نے مجھے بخشدیا اور عزت والوں میں سے کیا۔ حبیب اپنی قوم کے
جان نثار و خیر خواہ تھے کہ زندگی میں بھی اپنی قوم کو رسولوں کی تابعداری کی رغبت دلائی
اور بعد شہادت بھی اپنے حال سے ان کے آگاہ ہونیکی تمنا کی۔ تا وہ لوگ بھی ایمانِ
رُسل سے اس مقام کو حاصل کریں۔ لیکن ان کے حصہ میں تو ہلاکی تھی جسطرح
فرماتا ہے۔ وَمَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِ مِن بَعْدِهِ مِن جُندٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنزِلِينَ ۝ إِن
كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ ۝ اور ہم نے اسکے بعد اسکی قوم پر

وما کنا منزلین۔ لشکر آسمانی کا اتارنا ایک بہت بڑا کام ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تھا۔ کہ بدر میں
پانچہزار فرشتے اتارے گئے تھے۔ جس سے انکی فضیلت ظاہر ہے۔ خامدون۔ لفظی معنی وہ بجھ گئے۔ کافروں کی
ہلاکی کو خمود نار یعنے آگ کے راکھ ہو جانے سے مشابہت دی۔ اس لئے کہ وہ بھی قوت غضبیہ سے دہکتی
آگ کی طرح تھے جنھوں نے اپنے ناصحوں کو قتل کر ڈالا۔ اور معجزات دیکھ کر بھی تکبر نہ چھوڑا۔

آسمان سے کوئی لشکر نہیں اُتارا اور نہ ہم اُتارنے والے تھے۔ صرف ایک سخت آواز تھی
پس اُسی وقت وہ ہلاک ہوگئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے انکے شہر کے دروازے پر کھڑے
ہوکر ایک ایسی سخت آواز دی کہ سب مر گئے" اور ایسے ہلاک ہوئے کہ اگر لوگ اُن پر
حسرت کریں تو وہ اسکے مستحق ہیں جسطرح فرماتا ہے۔ یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ
مِّنْ رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ
أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝ وَإِن كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ۝ کیا افسوس
ہے بندوں پر۔ ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا مگر (یہ کہ) اسکے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے۔
کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کسقدر امتوں کو ہلاک کیا کہ وہ ان کے
پاس پھر کر نہیں آتے۔ اور سب جمع ہوکر ہمارے پاس حاضر کیے جائیں گے۔ اگر انھیں
اپنے حاضر ہونے اور حشر و نشر میں شک ہے تو اس دلیل سے آگاہ ہوجائیں۔ وَآيَةٌ
لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ۝ وَجَعَلْنَا

لَمَا نافع و مکی و بصری و کسائی ساتھ تخفیف میم کے۔

الْمَيِّتَةُ نافع ساتھ تشدید یا مکسور کے۔

لہ ابن کثیر۔ اور یہ بھی لکھا کہ بعضوں نے کہا کہ وہ تینوں رسول عیسٰی علیہ السلام کے بھیجے ہوئے تھے۔
لیکن یہ قول کئی وجہ سے ٹھیک نہیں۔ پھر اُن وجوہ کو بیان کیا ہے۔ یٰحسرۃ۔ قال علی بن طلحۃ عن
ابن عباس ای یا ویل العباد (ابن کثیر) لمّا۔ ساتھ تشدید کے معنے میں الا کے ہے۔ اور اِن نافیہ ہے۔
اور جس نے تخفیف سے پڑھا تو ان مخففہ مثقلہ سے ہے۔ اور ما صلہ ہے اور اسکی تقدیر یوں ہے۔ وان کلہم
لمحشورون۔ ۲ہ اس سے ہنود کا قول بھی رد ہوگیا جو تناسخ اور جنم لینے کے قایل ہیں ۱۲۔

فِیْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِیْهَا مِنَ الْعُیُوْنِ ۝ لِیَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ
وَمَا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْهِمْ ؕ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ۝ اور مردہ (خشک) زمین ان کے لئے
ایک نشانی ہے جسے ہم نے زندہ کیا اور ہم نے اسمیں سے اناج نکالا پس وہ اسمیں سے
کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اسمیں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کئے اور ہم نے اسمیں
چشمے جاری کئے۔ تاکہ (یہ لوگ) اسکے میوے کھائیں اور اُسے ان کے ہاتھوں نے
نہیں بنایا۔ پھر کیوں شکر نہیں کرتے۔ اور اقلِ شکر یہ کہ تنزیہ حق کا اعتقاد رکھیں
اس لیے اپنی پاکی بیان فرماتا ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ
الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ پاک ہے وہ جس نے سب قسمیں پیدا کیں
اس چیز سے جسے زمین اگاتی ہے اور انکی جانوں سے اور اس چیز سے جسے یہ نہیں جانتے
یعنی اس پاک پروردگار نے جمیع اصناف واقسام کو پیدا فرمایا۔ زمین سے اقسام نباتات
اور نفوس سے اصناف انسانی ہیں۔ اور جو ہمارے معلومات سے خارج ہیں
جسطرح ملائکہ وجنات وہ بے حد وحصر ہیں۔ **بعد** استدلال مکانی استدلال زمانی

ع ۲

ثمرہ - ای ثمر ما ذکر ای النخیل والاعناب - او هو الله واضافه له لانه خالقه فالمعنی لیاکلوا مما خلقه الله
(خازن) وعملته - ای وذالک کله الامن رحمة الله تعالی بهم لا بسعیهم ولا بکدهم ولا بحولهم
وقوتهم قاله ابن عباس (ابن کثیر) اس معنے کے لحاظ سے ما نافیہ ہوگا - کیونکہ ثمر کا پیدا کرنا فعل الٰہی ہے
اور اگر ما موصولہ لیا جاوے تو ثمر پر عطف ہوگا۔ اور اُس سے مراد انگور اور کھجور کا شیرہ ہے ۱۲۔

شروع فرماتا ہے۔ وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۝ وَالشَّمْسُ

تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی

عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ

سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ۝ اور رات ان کے لیے ایک نشانی ہے جس سے

ہم دن کو نکال لیتے ہیں تو وہ اسیوقت اندہیرے میں رہجاتے ہیں۔ اور آفتاب ابھی

ایک نشانی ہے جو اپنے ٹھکانیکی طرف چلتا ہے۔ یہ زبردست باخبر کا اندازہ ہے۔ اور ہم نے چاند

نسلخ۔ السلخ نزع جلد الحیوان۔ یقال سلخته فانسلخ۔ وعنه استعیر سلخت درعه نزعها۔ وسلخ الشهر وانسلخ۔ وقال تعالی نسلخ ای ننزع (مفردات) مظلمون۔ ای داخلون فی الظلام والدخول مستفاد من الهمزة۔ لانه کاصبح اذا دخل فی وقت الصباح۔ لمستقر۔ المراد مستقرها المکانی وهو تحت العرش کما جاء بذالک الاحادیث۔ اخرج البخاری فی اماکن متعددة۔ ورواه بقیة الجماعة الا ابن ماجه من طرق عن الاعمش به۔ والقول الثانی ان المراد بمستقرها هو منتهی سیرها وهو یوم القیمة وهذا هو مستقرها الزمانی۔ قال قتادة لمستقر لها ای لوقتها ولاجل لا تعدوه۔ وقیل المراد انها لا تزال تنتقل فی مطالعها الصیفیة الی مدة لا تزید علیها۔ ثم تنتقل فی مطالع الشتاء الی مدة لا تزید علیها۔ یروی هذا عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما (ابن کثیر) کالعرجون القدیم قال ابن عباس هو اصل العذق۔ وقال مجاهد العذق الیابس یعنی ابن عباس اصل العنقود من الرطب اذا عتق ویبس وانحنی۔ وکذا قال غیرهما (ابن کثیر) والعذق الکباسة ۃ

عرجون۔ کھجور کے خوشے کی لکڑی پرانی اور خشک وزرد ہوکر کمان کی شکل ہوجاتی ہے۔ انھیں تین وجوہ سے چاند کو اس سے تشبیہ دیگئی۔ فلک یسبحون۔ سرعت سے چلنے کو پانی کے تیراک سے تشبیہ دی گئی۔ اور اسی سبب سے ضمیر جمع ذوی العقول لائی گئی۔ سورۂ انبیا میں اسکی تفسیر صفحہ ۶۳۵ میں گذری ۱۲۔

کہ ہم نے منزلیں ٹھیرادیں یہانتک کہ پرانی شاخ کے مانند (ہلال) ہوجاتا ہے۔ نہ آفتاب کو
چاہئے کہ چاند کو پالے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے۔ اور ہر ایک (انمیں سے) فلک
میں تیر رہا ہے۔ یعنی رات اور دن۔ چاند اور سورج۔ یہ سب اللہ تعالےٰ کے فرمانبردار ہیں۔
کوئی بے حکم الٰہی حرکت نہیں کر سکتا۔ ہمیں چاہئے کہ انھیں دیکھکر انکے خالق سے علاقہ
پیدا کریں۔ اور اسکی یاد میں سرگرم رہیں۔ بعدہٗ مکان وزمان وغیرہ احوال معاش
انسانی بیان فرماتا ہے۔ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ وَخَلَقْنَا
لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ۝ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ۝
اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ اور ان کے لئے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے انکی نسل کو
بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ اور ہم نے ان کے لئے کشتی کے مثل وہ چیز پیدا کی جسپر وہ سوار
ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم چاہیں تو انھیں غرق کردیں پھر انکے لئے نہ کوئی فریادرس ہو اور نہ وہ
بچائے جائیں۔ مگر ہم اپنی مہربانی سے اور ایک وقت تک فائدہ اٹھانیکو (بچاتے ہیں)

المشحون۔ قال ابن عباس الموقر وکذا قال سعید بن جبیر والشعبی وقتادۃ والسدی۔ وقال
الضحاک وقتادۃ وابن زید وھی سفینۃ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام (ابن کثیر) شحن السفینۃ
ملأھا وبابہ قطع (مختار) من مثلہ۔ قال ابن عباس ھی السفن جعلت من بعد سفینۃ
نوح علی مثلھا وکذا قال ابومالک والضحاک وقتادۃ وابوصالح والسدی (ابن کثیر از ابن جریر)
صریخ۔ فعیل بمعنی مفعول ای مصرخ وھو المغیث بالفارسیۃ فریادرس (روح)۔۱۲

اگر کشتی نوح علیہ السلام کی لیجائے تو اسکی مثل سے مراد دوسری کشتیاں ہیں۔ اور اگر جنس کشتی مر[illegible] اسکی مثل سے مراد اونٹ ہیں۔ کیونکہ عرب اونٹ کو خشکی کی کشتی کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اگر انھیں دلایل و آیات سے نفع نہیں پہنچتا ہے تو بطورِ عوام عذاب سے ڈرنے اور ثواب کی امید رکھنے کا طریقہ اختیار کریں جسمیں زیادہ احتیاط ہے جسطرح فرمایا ہے۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝ اور جب اُن سے کہا جائے کہ اُس سے بچو جو تمھارے سامنے اور تمھارے پیچھے ہے تاکہ تم پر مہربانی کیجائے (تو انکار کرتے ہیں) اور ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی نہیں آتی ہے مگر (یہ کہ) اُس سے منہ پھیرتے ہیں۔ یعنے نہ تو گذرے ہوے امتوں کے عقوبات سنکر عبرت لیتے ہیں۔ اور نہ عذابِ آخرت سے ڈرتے ہیں اور وہ ہر حال میں آیاتِ تنزیلیہ و تکوینیہ کو نظرِ صحیح سے نہیں دیکھتے جس سے ایمان حاصل ہو بلکہ وہ

لہ اسی وجہ کو ابن جریر و ابن کثیر نے اختیار کیا ہے۔ اور اسوقت ذریت کے معنے آبا ءکے ہوں گے یا اولاد کے [illegible] پڑے گی۔ لہ دوسرے مفسروں نے وجہ ثانی کو اختیار کیا ہے۔ لہ اذا کا جواب اَعْرَضُوا اس لئے محذوف ہے کہ آیتِ ثانیہ وما تاتیھم الخ اسپر دال ہے۔ لہ قال قتادۃ ما بین ایدیکم۔ وقایع اللہ فیمن خلا قبلھم من الامم۔ وما خلفھم۔ من امر الساعۃ (ابن جریر) لہ اگر غور سے دیکھئے تو جو کچھ عالم میں ہے اُس کے صفات کی صورت اور اُسکی اسرارِ ذات کا بھید ہے ۝

انکار کرتے ہیں۔ اور جسطرح خدا کے احکام کی تعظیم نہیں کرتے اسی طرح شفقت خلق کی
بھی پروا نہیں کرتے جسطرح فرماتا ہے۔ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ
اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ اور جب ان سے کہا جاتا کہ جو کچھ تمھیں اللہ نے دیا ہے اس میں سے
خرچ کرو تو کافر مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ کیا ہم اس شخص کو کھلائیں جسے اگر اللہ چاہتا تو کھلا
تم صرف کھلی گمراہی میں ہو۔ یعنی کافر کہتے تھے کہ مسلمانوں کا اعتقاد ہے اللہ تعالے کی مشیت
کے موافق ہر ایک چیز ہوتی ہے اور وہی رزاق ہے تو پھر ہم محتاج کو کیوں کھانا دیں لیکن
یہ کافر کی جہالت تھی۔ اتنا نہ سمجھا کہ جسطرح اللہ تعالے بے سبب کھلاتا ہے۔ اسباب
سے بھی کھلاتا ہے۔ اغنیا کو اطعام فقرا کی ترغیب و توفیق دینا یہ بھی انھیں اسباب میں
سے ہے۔ لیکن کافر بطور استہزا یہ کہتے ہیں۔ اور اسی طرح قیامت سے سوال کرتے
ہیں۔ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ اور کہتے ہیں کہ اپنا قیامت کا
یہ وعدہ کب ہے اگر تم سچے ہو۔ جواب میں فرماتا ہے۔ مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً

(بقیہ گزشتہ) مغربی انچہ عالمش خواند
وانچہ او آدمش ہمی داند ۞
جہاں مرآت حسن شاہد ماست ۔
عکس رخسار ست در مرآت
نسخۂ عالم ست مظہر ذات ۔ مولوی جامی
فَشَاهِدْ وَجْهَهٗ فِیْ كُلِّ ذَاتٍ

ینظرون ۔ یہاں نظر کے معنے انتظار کے ہیں ۱۲۔

تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ۞ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ
وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۞ ایک سخت آواز ہی

کے منتظر ہیں جو انھیں آلیگی اور وہ جھگڑتے ہوں گے۔ پس (اسوقت) نہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے لوگونکی طرف لوٹیں گے۔ اور صور پھونکا جائیگا تو ناگاہ وہ قبروں سے (نکل کر) اپنے رب کی طرف دوڑیں گے۔ سخت[1] آواز سے مراد شاید پہلا صور ہے جسے نفخۂ فزع کہتے ہیں۔ اور یہ دراز ہوگا۔ اور کافر[2] اپنی عادت کے موافق اُلٹی جھگڑوں میں ہوں گے۔ اس صور کی آواز سنکر سب گھبرا جائیں گے اسوقت ایک آگ پیدا ہو کر

يَخِصِّمُوْنَ قالون وجہ اول میں ساتھ سکون خا کے مع تشدید صاد۔ يَخِصِّمُوْنَ قالون وجہ ثانی میں اور بصری ساتھ اختلاس فتحہ خا کے اور اسیطرح بغیر اختلاس کے ورش و مکی و ہشام۔ يَخْصِمُوْنَ حمزہ ساتھ سکون خا و تخفیف صاد کے ثلاثی مجرد سے جسکا مفعول محذوف ہے۔ اسکے يخصم بعضهم بعضا۔

يَخِصِّمُوْنَ۔ اصل میں یختصمون تھا۔ تا ساکن ہو کر مدغم ہو گیا۔ پھر خا کو بسبب التقاء ساکنین کے کسرہ دیا گیا۔ الاجداث۔ جمع الجدث بفتحتین القبر (مختار) اخرج ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فاذا ھم من الاجداث یعنی من القبور والی ربھم ینسلون قال یخرجون (در) ینسلون۔ نسل فی العدو واسرع۔ ینسل بالکسر نسلا ونسلانا بفتح السین فیہما (مختار) [1] ابن کثیر۔ [2] بخاری و مسلم وغیرہا نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت ایسے وقت قایم ہوگی کہ لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول رہیں گے۔ کوئی کپڑا خرید و فروخت میں گزوں سے ناپتا ہوگا اور ابھی تہ نہ کیا ہوگا۔ کوئی اپنا حوض درست کر چکا ہوگا لیکن ہنوز پانی بھرنے کی نوبت نہ آئی ہوگی۔ کوئی دودھ دوہ لایا ہوگا ابھی چکھا نہ ہوگا کسی نے نوالہ اٹھایا ہوگا لیکن کھایا نہ ہوگا (در) مولانا فرماتے ہیں کہ دہریوں نے زمانہ کو قدیم سمجھا اسی لئے قیامت کا انکار کیا جب مکان میں مکڑی جالا بوستی ہے اُسے قدیم جانتی ہے۔ اور جس لکڑی میں کیڑا پیدا ہوتا ہے اسے قدیم سمجھتا ہے کیونکہ اُس لکڑی کے نشو و نما کا حال معلوم نہیں ہے۔ س

لوگوں کو میدانِ محشر کی طرف ہانکیگی۔ اسی لئے نہ انھیں وصیت کرنیکی فرصت ملیگی
اور نہ اپنے اہل و عیال کے پاس جا سکیں گے۔ اسکے بعد نفخۂ موت سے سب مر جائینگے
پھر نفخۂ بعث ہوگا۔ کہ سب اپنی قبروں سے نکلیں گے۔ اسوقت کافر کہیں گے۔ قَالُوْا
یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ کہیں گے
اے ہماری خرابی کس نے ہمیں ہماری خوابگاہ سے اٹھایا۔ (مسلمان کہیں گے) یہ وہی ہے
جسکا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔ کافروں نے قیامت کو
محال سمجھا تھا لیکن اللہ تعالےٰ اُسے ایک لمحہ میں برپا کردیگا جسطرح فرماتا ہے۔ اِنْ كَانَتْ
اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝ صرف ایک سخت آواز ہوگی
پس اسیوقت وہ سب ہمارے پاس حاضر کئے جائیں گے۔ پھر جو اُس روز ہوگا بیان
فرماتا ہے۔ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ آج کسی پر
کچھ بھی ظلم نہ ہوگا اور تم وہی بدلہ پاؤگے جو کرتے تھے۔ چنانچہ نیک بختوں کو جو بدلا ملیگا اسیطرح
بیان فرماتا ہے۔ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ۝ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ

(بقیہ)
آدمی داند کہ خانہ حادث است — عنکبوتے نے کہ در وے عابث است
کرم کاندر چوب زاید سست حال — کے بداند چوب را وقت نہال

لہ اجابهم المؤمنون قاله غير واحد من السلف (ابن كثير) في شغل - قال ابن عباس
وعبد الله بن مسعود وغيرهما شغلهم افتضاض الابكار (ابن كثير) شغل بسكون الغين وضمها

مَرْقَدِنَا سکتہ کے لئے وقفہ تام ہے۔ اور جو وصل کرتے ہیں تو صرف حفص کے لئے سکتہ ہے

شُغُل نافع ابن کثیر اور ابو عمرو بصری تاء سکون نہیں کے

ظِلٰلٍ عَلَی الْاَرَآئِکِ مُتَّکِئُوْنَ ۝ لَهُمْ فِیْهَا فَاکِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا یَدَّعُوْنَ ۝ بیشک آج جنت

والے کام میں خوش ہوں گے۔ وہ اور انکی بی بیاں سایوں میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھی

ہوں گی۔ وہاں ان کے لئے میوے ہیں اور جو وہ چاہیں انکے لئے موجود ہے۔ غرض وہ

کام لذت و سرور کا ہوگا۔ انکی بی بیاں بھی اُن کے ہمراہ۔ عرشِ الٰہی ان کے سر و نپر

سایہ افگن۔ نہ کسی قسم کی وحشت۔ نہ کسی نوع کی تکلیف۔ آراستہ تختوں پر تکیہ لگائے آرام و

فراغت سے بیٹھے ہوں گے۔ جب دلمیں کسی کام کا خیال آیا کہ اسیوقت پورا ہو گیا سب سے

بڑی نعمت جو اہلِ جنت کیلئے ہوگی وہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰے اُن سے مخاطب ہو کر فرمائیگا۔

(بقیہ) وشُغُل بفتح الشین وسکون الغین۔ و بفتحین۔ فصارت اربع لغاتٍ۔ والجمع اشغال۔ (مختار) شغل کی تنکیر تعظیم کے لئے ہے۔ گویا کہ ایسا شغل ہے جسکے کُنہ کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ فکھون قال ابن عباس رضی اللہ عنہما فرحون (ابن کثیر) والفکاھة حدیث ذوی الانس (مفردات) ازواجھم۔ قال مجاهد حلائلھم (ابن کثیر) الارائك۔ قال ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ وخصیف الارائك هی السرر تحت الحجال (ابن کثیر) اور راغب نے مفردات میں کہا الاریکة حجلة علی سریر۔ اور محمد بن ابی بکر نے مختار الصحاح میں کہا الاریکة سریر منجد مزین فی قبة او بیت۔ فاذا لم یکن فیه سریر فهو حجلة۔ فقیر کہتا ہے کہ اسکی تفصیل سورہ کہف صفحہ ۳۰۳ میں گذر چکی یدّعون۔ اصل میں یدتعیون باب افتعال سے تھا۔ تا کو دال سے بدلکر ادغام کیا گیا۔ اور یا کا ضمہ ماقبل کو دیکر بوجہ التقاء ساکنین یا حذف کی گئی۔ دعا سے معنے میں طلب کے ہے۔ اسکے معنے وہی ثلاثی کے معنے ہیں۔ یعنے جو کچھ طلب کریں گے انھیں ملیگا۔ لہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ظُلَل حمزہ و کسائی ساتہ ضم ظا کے بغیر الف جمع ظلہ ہے جو امنینہ ... صفحہ ... ہے

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ٥ مہربان رب کی طرف سے سلام کہا ہے۔ یہ نعمت عظمےٰ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو دنیا و آخرت میں نصیب کرے۔ آب کفار فریق کا حال سنئے کہ اُسدن اُن ظالموں کو

اسطرح حکم ہوگا۔ وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ٥ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا

تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ٥ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ٥

اے گنہگارو آج علیحدہ ہوجاؤ۔ اے آدم کی اولاد کیا میں نے تمھیں نہیں کہا تھا کہ شیطان کی پرستش نہ کرو۔ بیشک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔ اور یہ کہ میری عبادت کرو یہ سیدھی راہ ہے۔

پھر بطور زجر و توبیخ حکم ہوگا کہ روز میثاق میں تمسے عہد لیا گیا تھا اور دنیا میں بھی سولوں نے دلائل عقلی و سمعی سے تمھیں سمجھا دیا تھا کہ شیطان تمھارا صریح دشمن ہے۔ اسکے بندۂ بنو

(بقیہ گذشتہ) حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت اپنی نعمتوں میں خوش ہوں گے کہ یکایک ایک نور چمکیگا۔ وہ سر اٹھا کر دیکھیں گے۔ کہ اللہ تعالےٰ اپر فوق سے جلوہ افگن ہے۔ اور فرماتا ہے السَّلَامُ عَلَیْكُمْ یَا اَهْلَ الْجَنَّةِ۔ یہی قولِ تعالے سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ۔ ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ اُن کی طرف دیکھیگا۔ اور وہ اسکی طرف دیکھیں گے۔ جبتک وہ اسے دیکھتے رہیں گے۔ جنت کی کسی نعمت کی طرف التفات نہ کریں گے۔ یہانتک کہ وہ ان سے حجاب کرے۔ لیکن اسکی نورانیت و برکت باقی رہے گی (ابن کثیر از ابن ابی حاتم و ابن ماجہ) سلٰم۔ ما یدعون کے ما سے بدل ہے۔ یا اسکی خبر ہے یا محذوف کی خبر ہے۔ یا مبتدائے محذوف الخبر ہے۔ یعنی ولھم سلام۔ قولاً۔ ای یقول اللہ۔ یا نصب بنا بر مدح بتقدیر اعنی ہے اور یہ بلحاظ من رب رحیم کے انسب ہے۔ اسوقت یہ مستقل جملہ ہے۔ وامتازوا۔ یہاں بھی و یقول اللہ مقدر ہے یہ معطوف اُس یقول مقدر پر ہے جو قولاً کا عامل ہے۔ حذفِ قول اور اس کے معمول کا اسکے قایم مقام ہونا بہت جاسے آیا ہے۔ یہ توجیہ اس لئے ہے کہ یہاں بحسب ظاہر عطفِ انشا علی الخبر ہے ۔١٢

بلکہ میری بندگی میں رہو۔ شیطان کی مخالفت اور رحمٰن کی اطاعت کرو۔ کیونکہ یہی راہ مستقیم ہے۔ لیکن اس نے تمھیں راہ راست سے بہکا دیا۔ تمہیں ہی کیا موقوف ہے۔ اُس نے تو بہت سی مخلوق کو گمراہ کیا۔ جسطرح فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ۝ اور بیشک اس نے تم میں سے بہت لوگوں کو گمراہ کیا۔ پھر کیا تم نہیں سمجھتے تھے۔ پھر اُس مقام کی طرف جہاں مجرم مومنوں سے جدا ہو کر رہیں گے اشارہ فرماتا ہے۔ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ یہ وہی دوزخ ہے جسکا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ آج اسمیں بسبب اُس کے جو تم کفر کرتے تھے داخل ہو۔ اسوقت کفار اپنے کفر و جرم سے انکار کریں گے۔ تو ان کے منہ پر مہر لگا دیجائیگی

جبلا كثيرا۔ الخلق الكثير قاله مجاهد وقتادة والسدي وسفيان بن عيينة (ابن كثير) واعتبر معاني الجبل فاستعير واشتق منه بحسبه۔ فقيل فلان جبل لا يتزحزح تصورا لمعنى الثبات فيه۔ وجبله الله على كذا اشارة الى ما ركب فيه من الطبع الذي يأبى على الناقل نقله۔ وفلان ذو جبلة اي غليظ الجسم۔ وتصور فيه معنى العظم فقيل للجماعة العظيمة۔ جبل۔ ومنه جبلا كثيرا اي جماعة تشبيها بالجبل في العظم (مفردات) لہ انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ یکایک آپ ہنسنے لگے یہانتک کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔ پھر آپنے فرمایا کہ تم لوگوں نے جانا کہ میں کس لئے ہنسا۔ ہم نے عرض کی کہ اللہ سبحانہ اور رسول ہی کو خوب معلوم ہے۔ آپنے فرمایا میں اس لئے ہنسا کہ قیامت کے روز بندہ اپنے رب عزوجل سے جھگڑیگا کہ اے پروردگار تو نے مجھے ظلم سے نجات دی۔ اللہ تعالےٰ فرمائیگا کہ ہاں میں نے تجھے ظلم سے نجات دی ہے۔ بندہ کہیگا کہ آج میں اپنی ذات کے سوا کسی کو گواہ نہیں مانونگا۔ حکم ہوگا کہ تیرا ہی نفس

ان کے اعضا خود انکی گواہی دیں گے جسطرح فرماتا ہے۔ اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ

وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ ہم آج ان کے منہ پر مہر کرینگے

اور ان کے ہاتھ ہم سے بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو کچھ کہ وہ کرتے تھے

ہم جس چیز کو چاہیں گویا کریں۔ اور باوجود زبان ہونیکے اس سے گویائی چھین لیں۔ جسطرح گونگے اور فالج زدہ ہوتے ہیں۔ اگر ہم کلام دست اور شہادتِ پا کو قیامت میں

(بقیہ گذشتہ) تجھ ہی حساب لینے کے لئے۔ اور کرام کاتبین تجھ پر گواہی دینے کے لئے کافی ہیں۔ پھر اسکے منہ پر مہر کردی جائیگی۔ اور اس کے اعضا کو حکم ہوگا کہ اس کے کام بیان کرو۔ وہ اس کے افعال بیان کرینگے پھر اسکی زبان سے مہر کھولدی جائیگی۔ تاکہ بات کرسکے۔ اسوقت وہ اپنے اعضا سے کہے گا کہ تمھاری خرابی ہو میں تو تمہاری خاطر سے جھگڑتا تھا (ابن کثیر از مسلم ونسائی وابن ابی حاتم) ابن جریر کی روایت ہے کہ جب مسلمان پر اسکے گناہ پیش کئے جائیں گے تو وہ اقرار کریگا کہ ہاں میرے پروردگار میں نے کئے میں نے کئے۔ اللہ تعالٰی اسکے گناہ بخشدیگا (ابن کثیر) نَخْتِمُ۔ مہر کرنے کی نسبت اپنی ذات کی طرف فرمائی۔ تکلم وشہادت کی نسبت ہاتھ پاؤں کی طرف کی تاکہ یہ نہ کہا جائے کہ اقرارِ جبری غیر مقبول ہے۔ نسبت تکلم ہاتھ کی طرف اور شہادت کی نسبت پاؤں کی جانب کی اس لئے کہ اعمال اکثر ہاتھ کی جانب منسوب ہوتے ہیں۔ جسطرح فرمایا۔ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ۔ یہاں ہاتھ تو عامل ہیں اور شاہد غیر عامل چاہئے اسلئے پاؤں کو شاہد فرمایا۔ انکی گواہی کے لئے ان ہی کے اعضا اسلئے مقرر کئے گئے کہ دوسرے لوگ جو صالح ہیں وہ تو ان مجرموں کے دشمن ہیں اسلئے مجرموں کو حق ہے کہ کہیں انکی شہادت ہمارے حق میں غیر مقبول ہے یا فاسق ہیں۔ اور فاسق کی شہادت شرعاً مقبول نہیں۔ (نکتہ) مہر کفار کیلئے دونوں جہاں میں لطور لزوم تھی۔ دنیا میں دل پر مہر تھی تو منہ سے بولتے تھے۔ جسطرح فرمایا۔ یقولون بافواهھم مالیس فے قلوبہم۔ جب قیامت میں منہ پر مہر لگائی گئی تو اعضا بولنے لگے۔ ؎ قالوا انطقنا اللہ الذی انطق کل شئ ایک مقام پر فرمایا۔ ؎ یہی ربط ہے کہ جب کفر وکسب کی نسبت انکی طرف کی تو اب اپنا علم مشیت تاکہ لوگ جبر وقدر میں رہیں اسطرح بیان فرماتا ہے ۱۲۔

محال سمجھتے ہو تو ہم اگر چاہیں تو اپنی زبردست قدرت کے عجائبات دنیا ہی میں دکھا دیں
جسطرح فرماتا ہے۔ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓی اَعْیُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰی یُبْصِرُوْنَ ۝

اور اگر ہم چاہیں تو بیشک انکی آنکھیں مٹا دیں پھر راستے کی طرف دوڑیں تو کہاں سے دیکھتے
ہیں۔ یعنی اگر ہم چاہیں تو ان کے دل کی آنکھیں اندھی کر دیں پھر وہ راستہ چلنا چاہیں
تو انھیں راہِ حق نہ سوجھے۔ یا یہ کہ ظاہری آنکھیں مٹ دیں تو اندھے ہو جائیں۔ پھر انھیں
راستہ کسطرح نظر آئے۔ یا اس سے زیادہ یہ کہ تمام جسم کی قوت سلب کرکے مسخ کر دیں۔
جسطرح فرماتا ہے۔ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰی مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِیًّا وَّلَا

یَرْجِعُوْنَ ۝ اور اگر ہم چاہیں تو بیشک انھیں انکی جگہ مسخ کر دیں پھر وہ نہ آگے جا سکیں
اور نہ لوٹ سکیں۔ یعنی اگر ہم چاہیں تو انھیں ان کے ٹھکانوں پر بجائے ہاتھ پاؤں کر دیں یا
کہ ایک ہی حال پر پڑے رہیں۔ نہ آگے بڑھ سکیں اور نہ پیچھے ہٹ سکیں۔ اگر انھیں اس

فاستبقوا۔ ای الی الطریق الذی اعتادوا سلوکه۔ وانتصابه بنزع الخافض (بیضاوی) ولما کان
الصراط کالطریق مکانا مختصا ومثله لا ینتصب علی الظرفیة۔ اوّلوه بان اصله الی الصراط فنصبه
بنزع الخافض۔ او هو مفعول به لتضمینه معنی ابتدروا (خفاجی) له ابن کثیر مکانتهم۔ والمکانة
بمعنی المکان هنا وقد تکون فی المرتبة والمنزلة (خفاجی) مضیا۔ وزنه فعول بالضم۔ واصله
مضوی فلما قلبت الواو یاء لاجتماعها معها ساکنة قلبت الضمة قبلها کسرة لتخف وتناسبها۔
(خفاجی) سه قال الحسن البصری وقتادة لاقعدهم علی ارجلهم وقال العوفی عن ابن عباس
رضی الله عنهما اهلکناهم وقال ابو صالح جعلناهم حجارة (ابن کثیر) ۱۲

طلسم ومسخ میں شک ہو تو ہمارے فعل کو خود اپنی عمر کے تغیر وتبدل میں غور کریں اور
عبرت لیں جسطرح فرماتا ہے۔ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۖ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ۝ اور جسے
ہم بوڑھا کرتے ہیں تو اُسے بناوٹ میں اُلٹ دیتے ہیں۔ پھر کیا نہیں سمجھتے۔ یعنے
جب آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اسکی ساری قوت جاتی رہتی ہے۔ ناتوان ہو جاتا ہے۔ اسمیں
تنبیہ ہے کہ یہ دنیا سامانِ زوال ہے۔ ہمیں اس مکان کی طرف جانا ہے جو بے زوال و انتقال ہے

یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے	زندگی موت کے آنیکی خبر دیتی ہے

شاعر عرب کہتا ہے۔ ؎

أَرَى الْأَيَّامَ تَتْرُكُنِي وَتَمْضِي	وَأُوشِكُ أَنَّهَا تَبْقَى وَأَمْضِي
عَلَامَةُ ذَاكَ شَيْبٌ قَدْ عَلَانِي	وَضُعْفٌ عِنْدَ إِبْرَامِي وَنَقْضِي
وَمَا كَذَبَ الَّذِي قَدْ قَالَ قَبْلِي	إِذَا مَا مَرَّ يَوْمٌ مَرَّ بَعْضِي

کافر قرآنی آیتوں کو سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے تھے کہ یہ تو شاعر ہیں۔ اس لیے
انکار اسطرح فرماتا ہے۔ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ

ننکسہ ۔ النکس قلب الشیئ علی راسہ۔ ومنہ نکس الولد اذا خرج رجلہ قبل رأسہ۔ قال تعالیٰ
ثم نکسوا علی رؤسھم۔ ومن النکس فی العمر قال تعالیٰ ننکسہ فی الخلق وذلک مثل قولہ الی ارذل
العمر (مفردات) ؎ یہ بھی ربط ہے کہ جب اس سورہ میں اصل وحدانیت وحشر کا متعدد بار
ذکر ہوا تو اب اصل رسالت کو بیان فرماتا ہے۔ ۱۲

مُّبِیْنٌ ۝ لِّیُنْذِرَ مَنْ کَانَ حَیًّا وَّیَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ۝ اور ہم نے نبی کو شعر

نہیں سکھایا اور نہ انھیں سزاوار ہے۔ یہ تو صرف نصیحت اور صاف قرآن ہے تاکہ اس شخص کو

ڈرائے جو زندہ ہو اور کافروں پر حجت قائم ہو جائے۔ یعنی ہم نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و
کو شاعری نہیں سکھائی اور نہ یہ اُن کے مناسب ہے۔ آپکی مبارک طبیعت بھی اسکی مقتضی
نہیں یہ قرآن تو نری نصیحت ہے۔ اور اُن لوگوں کے لئے ظاہر و واضح ہے جو باتیں غور
کرتے ہیں۔ اس سے غرض یہ ہے کہ زندہ دلوں کو ڈرائے۔ اور منکروں پر جو مردہ دل ہیں حجت
الٰہی قائم ہو جائے۔ واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر نہ ہونے میں ایک
مصلحت یہ بھی تھی کہ کہیں کسیکو قرآن کے متعلق یہ شبہ نہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے بنا لیا ہے۔ اس لئے آپ امی بھی تھے۔ اور شعر میں یہ بھی خرابی ہے کہ شاعر وزن کے
لحاظ سے لفظ کا خیال رکھتا ہے اسصورت میں معنی لفظ کے تابع ہو جاتے ہیں جس کے
سبب کبھی رعایت لفظی سے معنی جسطرح چاہئے ادا نہیں ہوتے۔ غرض شعر تکلف سے باہر
نہیں رہتا تو پھر شارع کو شاعر سے کیا نسبت۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی شاعر کی

لینذر ۔ اس ضمیر کا مرجع یا قرآن ہے یا حضرت ہیں۔ ویحق القول ۔ جسطرح ابتدائے سورت میں لقد
حق القول گذرا۔ لہ قال قتادۃ حی القلب حی البصر وقال الضحاک یعنے عاقلا۔ (ابن کثیر)
۵ لہ حسن بصری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شاعر کا مصرع اسطرح نقل فرمایا
کفی بالاسلام والشیب للمرء ناھیا۔ یعنے آدمی کو گناہوں سے روکنے کے لئے اسلام اور بڑھاپا کافی ہے

بیت کو نقل ہی فرماتے تو بسا اوقات اوسکو وزن شعر سے علیحدہ فرما دیتے لیکن کافر شارع کو شاعر

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ (شاعر نے اسطرح لکھا ہے) کفی الشیب والاسلام للمرء ناھیا۔ پھر ابوبکر یا عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (ابن کثیر از ابن ابی حاتم) فقیر عرض کرتا ہے کہ سرکار نے اسلام کو اس لئے مقدم فرمایا کہ وہ اقوے مانع ہے۔ اور بھی اسی طرح آپنے عباس بن مرداس سلمی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم نے ہی کہا تھا۔ اتجعل نھبی و نھب العبید بین الاقرع وعیینہ۔ انہوں نے عرض کہ وہ اسطرح ہے بین عیینۃ والاقرع۔ آپنے فرمایا کہ یہ سب برابر ہے یعنے بلحاظ معنی۔ (ابن کثیر از بیہقی در دلائل) سہیل نے اس تقدیم وتاخیر میں ایک عجیب نکتہ لکھا ہے وہ یہ ہے کہ اقرع بن حابس کو جو آپنے شرف دیکر مقدم رکھا وہ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت میں اسلام پر قایم رہے۔ اور عیینہ بن بدر فزاری مرتد ہوگیا (ابن کثیر) صحیحین میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین میں خچر پر سوار تھے۔ اور آپ دشمن کی جانب یہ پڑھتے ہوئے بڑھتے جاتے تھے۔

أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب		أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِب

یعنے (مولف) ۔ میں نبی ہوں جھوٹ یہ بالکل نہیں۔ ابن عبد مطلب ہوں بالیقیں ÷

اسی طرح صحیحین میں یہ بھی روایت ہے کہ آپ کی انگشت مبارک کو صدمہ پہنچا۔ آپنے اس سے مخاطب ہوکر اسطرح فرمایا۔ اِنْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِیْتِ۔ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَا لَقِیْتِ ÷

کہتے ہیں کہ یہ اتفاقی طور سے بغیر قصد وزن شعری کے آپ کی زبان مبارک سے نکلا۔ اور آپ کا قصد سے کہنا نہ تھا۔ (ابن کثیر) اسکا پورا بیان آخر سورۂ شعرا صفحہ ۱۱۶۹ میں گذرا۔ کیونکہ شعر کی تعریف یہ ہے کہ۔ الکلام المقفیٰ الموزون علی سبیل القصد۔ (نکتہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان من الشعر لحکمۃ یعنے کبھی شاعر لفظ کا ارادہ (قصد اولی) کرتا ہے تو حکمت کے معنے سے موافق ہو جاتا ہے جسطرح حکیم قصد اولے معنی کا کرتا ہے تو کبھی وزن شعری موافقت ہو جاتی ہے۔ لیکن حکیم اس وزن کے سبب شاعر نہیں ہوتا جسطرح حدیث میں گذرا تو اللہ تعالے نے نبی سے شاعری کی نفی فرمائی۔ یہ اس لئے کہ لفظ قالب معنی ہے۔ اور معنی قالب لفظ اور اسکی روح۔ پس جب قلب سے جو ہوگا تو قالب کا اعتبار نہیں کیا جائیگا۔ اسی لئے شاعر کو حکیم کہیں گے نہ بالعکس۔ ۱۲

سمجھتے ہیں یعنی توحید و رسالت سے انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ ان نافہموں کے لئے پھر دلایل توحید
بیان فرماتا ہے۔ اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا خَلَقۡنَا لَهُمۡ مِّمَّا عَمِلَتۡ اَیۡدِیۡنَاۤ اَنۡعَامًا فَهُمۡ لَهَا مٰلِکُوۡنَ ۝ وَ
ذَلَّلۡنٰهَا لَهُمۡ فَمِنۡهَا رَکُوۡبُهُمۡ وَ مِنۡهَا یَاۡکُلُوۡنَ ۝ وَ لَهُمۡ فِیۡهَا مَنَافِعُ وَ مَشَارِبُ ؕ اَفَلَا یَشۡکُرُوۡنَ ۝
کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان کے لئے چوپایے پیدا کر دیے جنکو ہم نے اپنے ہاتھوں سے
بنایا ہے پھر وہ ان کے مالک ہیں۔ اور ہم نے چوپایوں کو انکا تابعدار کر دیا تو انمیں سے بعض
سواریاں ہیں اور انمیں سے بعض کو کھاتے ہیں۔ اور ان کے لئے انمیں فائدے اور
پینے کی چیزیں ہیں۔ پھر کیوں شکر نہیں کرتے یعنی ہم نے چوپایوں کو بغیر کسی کی شرکت معاونت
کے پیدا کر کے آدمیوں کا مملوک و مطیع بنا دیا۔ مالک کر دینے میں اتمام انعام ہے۔ کیونکہ اگر
چوپایوں کی پیدایش ہوتی اور انسان مالک نہ ہوتا تو اس سے فایدہ نہ اٹھا سکتا۔ اور مطیع
بنانے میں زیادتی انعام ہے اس لئے کہ مملوکِ نافرمان سے کسطرح نفع حاصل ہو سکتا ہے۔
پھر ان سے جو منافع حاصل ہوتے ہیں انھیں بیان فرمایا لیکن کافروں نے ان نعمتوں کے
عوض شکر کرنیکے ناشکری کی جسطرح فرماتا ہے۔ وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً
لَّعَلَّهُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ؕ۔ اور خدا کے سوا دوسروں کو معبود بنایا شاید کہ انکی مدد کی جائے۔

اولم یروا۔ معطوف علی مقدر ای الم یعلموا ابدا یع صنعنا۔ رکوبہم۔ ای مرکوبہم فی فعول
وفعولۃ بمعنی مفعول۔ مشارب۔ جمع مشرب۔ چمڑے کے وہ ظروف جسمیں پانی وغیرہ رکھا جاتا ہے
جس طرح مشک وغیرہ۔ یا جمع مشروب جو گھی اور دودھ وغیرہ ہے (کبیر) ۔۱۲

مشرکوں کا یہ عقیدہ تھا کہ بت انکی مدد کریں گے۔ اس لئے اسکے رد میں فرماتا ہے۔ لا
یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ○ وہ انکی مدد نہیں کر سکتے اور
مشرکین انکا لشکر بنے ہوئے موجود ہیں۔ بھلا وہ مشرکوں کی کیا مدد کر سکتے ہیں وہ اپنی
آپ تو مدد کریں۔ اور اپنے موذیوں سے بدلہ تو لیں بلکہ یہ مشرکین ہی انکے لشکر بنے موجود
ہیں کہ جو کوئی ان کے بتوں کو برا بولے اس سے لڑتے جھگڑتے ہیں۔ اے نبی کریم تم تو ہمارے
طرفدار ہو کہ جو کوئی ہمارے ساتھ کفر کرے اور تمھیں جھٹلائے اس سے رنجیدہ ہوتے ہو
اس لئے ہم تمھیں تسلی دیتے ہیں۔ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا
يُعْلِنُوْنَ ○ پس (اے نبی) انکی گفتگو تمھیں رنجیدہ نہ کرے کیونکہ جو کچھ وہ چھپاتے اور ظاہر
کرتے ہیں ہم جانتے ہیں۔ یعنے ان کے کہنے سے تم رنجیدہ نہ ہو اس لئے کہ ہم ان کے ظاہر و
باطن سے آگاہ ہیں۔ قیامت میں ان سے ذرہ ذرہ کا حساب لیں گے۔ اگر انھیں
قیامت سے انکار ہے تو اپنی پیدائش پر غور کریں جسطرح فرماتا ہے۔ اَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ

لا یستطیعون نصرهم الآیه۔ قال قتادہ والمشرکون یغضبون للآلهة فی الدنیا وهی لا
تسوق الیهم خیرا ولا تدفع عنهم شرا۔ انما هی اصنام۔ وهكذا قال الحسن البصری۔ وهذا القول حسن
وهو اختیار ابن جریر (ابن کثیر) لہ یہ تو دنیا میں ہے یا یہ کہ آخرت میں بتوں کے پیچھے ہی
کفار کا لشکر بھی دوزخ میں ڈالدیا جائیگا۔ جند و لشکر کہنا تہکم اور استہزا کیلئے ہے۔ انا نعلم۔ وهو
تعلیل للنهی علی الاستیناف (بیضاوی) ٹہ یہ بھی ربط ہے کہ سزا دینے کے لئے قدرت و عظمت کا
ہونا ضروری ہے اس لئے آگے اپنی قدرت و عظمت کا ذکر فرماتا ہے ۱۲۔

اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ط
قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ کیا انسان نے نہیں جانا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا
کیا پھر وہ صریح جھگڑالو ہے۔ اور اس نے ہمارے لئے ایک نادر بات بیان کی اور اپنی پیدایش
کو بھول گیا۔ (وہ نادر بات یہ ہے) کہنے لگا کہ جب ہڈیاں گلجائینگی تو (انھیں) کون زندہ
کریگا یعنی نطفہ بھی تو ایک بیجان حقیر چیز تھی جس سے ہم نے انسان پیدا کیا۔ پھر اب ہماری
قدرت سے کیوں انکار ہے۔ کیا اس حقیر پانی کی پیدایش پر بھی یہ لڑائی جھگڑا اور اصرار ہے۔ تیاہ
کہ کافر اپنی خلقت کو بھول گیا۔ جو اسطرح باتیں بناتا ہے کہ بوسیدہ اور گلی ہوئی ہڈیوں کو

خلقه - ای خلقنا ایاہ فالمصدر مضاف للمفعول - رمیم - رم العظم یرم رمة بکسر الراء فیهما ای بلی
فهو رمیم - (روح) فان کان متعدیا فهو مفعول وتذکیرہ ظاهر ورمه بمعنے ابلاہ - والحاصل انهم خلفوا
فی وجه تذکیرہ بان کان بمعنے مفعول والاقعول انه حمل علیه (خفاجی) له شان نزول - مجاہد
وعکرمہ وعروہ بن زبیر وسدی وقتادہ سے روایت ہے کہ ابی ابن خلف لعنہ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے حضور میں حاضر ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بوسیدہ ہڈی تھی اسے چورا چورا کر کے ہوا میں اڑا کر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کہ کیا آپ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالے پھر اسے زندہ کر کے اٹھائیگا۔ آپنے
فرمایا "ہاں اللہ تعالے تجھے بھی مار ڈالیگا پھر زندہ کر کے دوزخ کی طرف روانہ کریگا"۔ یہ آیتیں اولم یر الانسان
سے آخر لیسین تک اتریں۔ (ابن کثیر) ابن عباس سے ایک اور روایت میں ہے کہ عاص بن وایل نے
اسیطرح پوچھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسیطرح جواب دیا (ابن کثیر از ابن ابی حاتم) غرض یہ آیتیں ابی
ابن خلف یا عاص بن وایل کے حق میں یا دونوں کے حق میں نازل ہوئیں۔ لیکن پھر منکر قیامت کے
حق میں عام ہیں۔ کیونکہ الف لام الانسان میں جنسی ہے - ۱۲

کون زندہ کریگا۔ اسکے جواب میں ارشاد فرماتا ہے۔ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ (اے نبی) کہدو کہ جس نے پہلے بار انھیں پیدا کیا وہی (اب بھی) انھیں زندہ کریگا۔ اور وہ سب پیدا کرنا جانتا ہے۔ جس نے پہلے بار انھیں پیدا کیا وہی اب بھی زندہ کریگا۔ کیونکہ وہ تمام مخلوق سے آگاہ ہے۔ اگرچہ گلی سڑی ہڈیاں ذرہ ذرہ بھی ہوجائیں تو اس کے علم و قدرت سے کہاں خارج ہوسکتی ہیں۔ پہر اپنی قدرت کا ایک نمونہ بیان فرماتا ہے۔ الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ ۝ جس نے تمھارے لئے سبز درخت سے آگ پیدا کی پہر اب تم اس سے آگ سلگاتے ہو۔ یعنی جس نے پانی سے درخت کو سرسبز کیا جسکے میوے تم کھاتے ہو۔ پہر جب اس نے چاہا تو اسے خشک لکڑی کردی جس سے تم آگ سلگاتے ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ یہاں شجر سے مراد درخت مرخ و عفار ہیں[ع] جو زمین حجاز

قُلْ يُحْيِيهَا۔ فارابی نے کہا کہ کاش ارسطو اس بات سے واقف ہوتا کہ قیاس جلی اس آیت میں موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ۔ اللّٰہ انشاء العظام واحیاھا اول مرۃ۔ وکل من انشا شیئاً اولاً قادر علی انشائہ واحیائہ ثانیاً فلینتج ان اللّٰہ قادر علی انشائہا واحیائہا بقواھا (خفاجی) لہ حذیفہ بن یمان رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (زمانہ گذشتہ میں) ایک شخص تھا جب اسکی موت آئی زندگی سے ناامیدی ہوئی تو۔ اسنے اپنے لوگوں کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے بہت سی لکڑیاں ڈالکر جلاؤ۔ جب آگ میرا گوشت جلکر راکھ ہوجائے اور ہڈیاں کوئلہ ہوجائیں تو انھیں باریک کوٹکر دریا میں ڈالدو انہوں نے (اسکے کہنے کے موافق) عمل کیا۔ پہر اللّٰہ تعالےٰ نے اسے زندہ کرکے فرمایا کہ تونے یہ کس لئے کیا۔ اس نے عرض کی کہ تیرے خوف سے۔ پہر خدائے عزوجل نے اسے بخشدیا (ابن کثیر) لہ المرخ والعفار لایلان الاالنار

میں ہوتے ہیں۔ انکی دو سبز شاخیں لیکر آپسمیں رگڑیں تو چقماق کی طرح آگ نکلتی ہے۔ جو اُس سبز درخت سے آگ نکالنے پر قادر ہے کیا وہ تمھارے اعادہ پر قادر نہیں ہے۔ پھر اس سے بھی زیادہ آسمان و زمین کے پیدا کرنے کی قدرت کو دیکھو جسطرح فرماتا ہے۔ اَوَلَیْسَ الَّذِیْ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰی وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ۝

کیا جس نے آسمان و زمین پیدا کئے وہ اسپر قادر نہیں کہ ان کے جیسے پیدا کرے۔ کیوں نہیں اور وہی پیدا کرنے والا جاننے والا ہے۔ جس نے یہ آسمان اور اسمیں جگمگاتے تارے اور سورج۔ چاند۔ اور زمین اور اس کے عجائبات پیدا کئے اسکے پاس ان کافروں کا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ وہ تو بہت سی مخلوقات پیدا کرتا ہے اور ان سب کو جانتا بھی ہے بلکہ اس کے پاس تکرار و تاکید حکم کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ صرف ایک ہی بار حکم دینا

فَیَكُوْنَ شامی وکسائی ساتھ نصب نون کے۔

کافی ہے جسطرح فرماتا ہے۔ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۝ جب وہ

کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسکا حکم یہی ہے کہ اس سے کہتا ہے ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ پیدا کرنا۔ مارنا۔ جلانا۔ سب اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اور وہ جو چاہیگا پورا ہو کر ہی

ل؎ کیونکہ دونوں کی کیفیت متضاد ہے اس لئے کہ پانی بارد و رطب ہے۔ آگ حار و یابس۔ جو اجتماع اضداد پر ایک وقت میں قادر ہے۔ مِثْلَهُمْ۔ ای مثل البشر فیعیدهم کما بدأهم (ابن جریر) فَیَكُوْنَ۔ نصب کے ساتھ یقول پر معطوف ہے۔ رفع کے ساتھ بتقدیر فهو یکون ہے۔ جملہ اسمیہ کا عطف جملہ اسمیہ سابقہ ہی پر ہے۔ ۱۲

رہے گا۔ تو اب اسکی تنزیہ و تقدیس چاہئے اس لئے فرماتا ہے۔ فَسُبۡحٰنَ الَّذِیۡ بِیَدِہٖ مَلَکُوۡتُ
کُلِّ شَیۡءٍ وَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ۝ پس پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے اور اسکی
طرف لوٹائے جاؤ گے یعنی تم سب اپنے اپنے اعمال کا بدلا پانے کے لئے اسی کی طرف جاؤ گے۔ اس میں
منکروں کے لئے وعید عذاب ہے۔ اور محبوبوں کے لئے بشارت ثواب۔ اس سورہ کا خاتمہ
آدمی کے خاتمہ سے مناسبت رکھتا ہے۔ اسی لئے نزع میں پڑھنے کا حکم ہے۔ اے خدا ہمارے
اس آخری سفر میں تو ہی مددگار رہو۔ اکملہٗ ۱۹ سفر[1] جاننا چاہئے کہ مخلوق ہمیشہ عرف

[1] ان کے سفر کا مبدأ حضرت علمیہ سے حضرت ارادت کی جانب۔ وہاں سے حضرت قولیہ کی طرف۔ پھر حضرت قدریہ کی جانب۔ پھر حضرت عرشیہ کی طرف۔ پھر حضرت قلمیہ کی طرف۔ پھر حضرت لوحیہ کی طرف۔ پھر حضرت کرسیہ۔ پھر حضرت روحیہ کلیہ اطلاقیہ۔ پھر کرۂ ہیولانیہ۔ پھر کرۂ ہبائیہ۔ پھر کرۂ عنصریہ۔ پھر کرۂ فلک اطلس۔ پھر کرۂ فلک ثوابت۔ پھر کرۂ فلک زحل۔ پھر کرۂ فلک مشتری۔ پھر کرۂ مریخ۔ پھر کرۂ فلک شمس۔ پھر کرۂ فلک زہرہ۔ پھر فلک قمر۔ پھر کرۂ آتش۔ پھر کرۂ ہوا۔ پھر کرۂ آب۔ پھر کرۂ خاک۔ پھر کرۂ نبات کی طرف ہے۔ حضرت علم سے مرتبہ نبات تک سب اس سفر میں برابر ہیں۔ اسکے بعد سفر جدا جدا ہوتا ہے۔ بعض کو اللہ تعالےٰ کی عنایت سعادت کے راستے پر لیجاتی ہے۔ بعض کو اقتضائے استعداد راہ ضلالت پر لاتا ہے۔ سعادت کی راہ چلنے والا مرتبہ نباتیہ سے مرتبہ خاکیہ کو نہیں پلٹتا۔ بلکہ حق سبحانہ اس نبات کو اسکے ماں باپ کی غذا بناتا ہے۔ تو وہ مرتبہ نباتیہ سے مرتبہ غذائیہ کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ وہاں سے مرتبہ دمویہ میں۔ پھر مرتبہ منیہ پھر مرتبہ علقیہ پھر مرتبہ مضغیہ۔ پھر مرتبہ حیوانیہ جنینیہ پھر ظاہر دنیا میں آتا ہے۔ اور شقاوت کی راہ چلنے والا مرتبہ نباتیہ سے مرتبہ حیوانیہ کی طرف دوبارہ سفر کرتا ہے۔ یہانتک کہ کوئی حیوان اس کے والدین کے سوا اس نبات کو کھا لیتا ہے۔ اور وہ حیوان مرجاتا ہے تو مرتبہ حیوانیہ سے مرتبہ ترابیہ کی

مسافر ایک وطن سے دوسرے وطن کو ہے۔ اور سعید و شقی ان مواطن میں کبھی مجتمع اور کبھی متفرق ہوتے ہیں۔ لیکن سعید کا انتہائے سفر جنت ہے۔ اور شقی کا دوزخ۔ اور کل مواطنِ جمع یعنی سعید و شقی جہاں مجتمع ہوتے ہیں وہ سات مقام ہیں (۱) علم الٰہی۔ (۲) مرتبۂ ذریت (۳) مرتبۂ اصلاب و ارحام (۴) مرتبۂ دنیا (۵) مرتبۂ برزخ (۶) مرتبۂ زمین حشر (۷) مرتبۂ جوازِ صراط دوزخ۔ اور آیت وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا میں اس معنی کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس دنیا میں اہلِ سعادت کے سفر جو اسلام میں داخل ہونے کے بعد ہوتے ہیں چار ہیں۔ (۱) سفر للہ۔ (۲) سفر الی اللہ۔ (۳) سفر فی اللہ۔ (۴) سفر باللہ۔ لیکن سفر للہ سے

(بقیہ گذشتہ) طرف رجوع کرتا ہے۔ پھر ترابیہ سے نباتیہ کو آتا ہے۔ اور موافق بُعد الٰہی و قلت و کثرت شقاوت ان تین مرتبوں میں متکرر ہوتا رہتا ہے۔ یہانتک کہ اس سے وہ قابلیات جو مواطن علویہ میں تھے طولِ مدت کے سبب فراموش ہو جاتی ہیں۔ اور اسے وہ امور یاد نہیں رہتے۔ اسمیں امور ترابیہ کثیفیہ منطبع ہو جاتے ہیں۔ ان اطوار میں درازیِ تکرار کے باعث کثیف شہوتوں کی طرف خواہش کرتا ہے۔ اس لئے اسکا سفر جہالت کی اندھیریوں میں اور طبیعت کی کثافتوں میں ہوتا رہتا ہے۔ یہانتک کہ اسکے سفر کی انتہا دوزخ میں ہوتی ہے۔ بخلاف اہل سعادت کے کہ وہ اطوارِ نورانیہ میں سفر کرتے ہیں۔ یہانتک کہ ان کے سفر کی انتہا دار القرار جنت میں ہوتی ہے۔ ان دو جماعتوں میں سے ہر ایک ان سفروں میں بہت سے مواطن میں جمع ہوتے ہیں۔ پھر متفرق ہو جاتے۔ پھر جمع ہوتے ہیں۔ پھر سفروں کی انتہا تک متفرق ہوتے رہتے ہیں۔ (کتاب اربعین مواطن سے جو حضرت عبد الکریم جیلی کی تصنیف ہے۔ جسے حضرت سید محمد دائم صاحب برہانپوری جد حضرت شیخ الشیوخ مولانا مولوی میر شجاع الدین حسین صاحب حیدرآبادی قدس سرہما نے فارسی میں ترجمہ کیا۔ اور اسکا نام مواطنِ عشقیہ رکھا۔ یہ عاصی اسکا ترجمہ اردو میں کر رہا ہے۔) ۱۲

سفر للہ۔ سفر الی اللہ۔ سفر فی اللہ۔ سفر باللہ۔ اجتماعِ سعید و شقی سات مقام ہیں۔

مراد علومِ عقلیہ و نقلیہ کا سیکھنا ہے۔ یہ سفر ہر مسلمان پر فرض ہے۔ تاکہ اس سے دین میں راسخ ہو۔ یہ سفر جہل سے علم کی طرف ہوتا ہے۔ سفر الی اللہ سے مراد اللہ کی طرف سنتِ نبویہ کے موافق سلوک کرنا۔ اور محبت و جذبات کے باعث نفس و شیطان کا خلاف کرنا ہے۔ یہ سفر قلبیہ یا قالبیہ عملوں پر مبنی ہے۔ پہلا سفر علوم پر مبنی ہے۔ خواہ علوم باللہ ہوں یا علوم بامر اللہ یعنے شریعت کے علوم۔ سفر فی اللہ۔ واصلوں کے سفر سے مراد ہے۔ اور وہ اسماء و صفات سے متصف ہوتا ہے۔ سفر باللہ سے مراد حق تعالیٰ سے خلق کی طرف (ہدایت کیلئے) رجوع کرتا ہے۔ مسافر کئی قسم پر ہیں۔ بعض کا سفر معصیت کے مواطن سے بندگی کی طرف ہوتا ہے۔ وہ معصیت سے عبادت کی طرف سفر کرتا ہے۔ یہ سفر عام مسلمانوں کا ہے۔ بعض کا غفلت سے ہوشیاری کی طرف ہے۔ یہ سالکوں کا ابتدائی سفر ہے۔ بعض کا سفر بری خصلتوں سے اچھی خصلتوں کی طرف ہے۔ یہ سالکوں کا انتہائی سفر ہے۔ اس مقام میں مریدوں کی مسافت سالکوں کے مقدمہ سے جمع ہوتی ہے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین بعض کا سفر مخلوق سے خالق کی طرف ہے۔ یہ شخص خالق کے سوا کسی کو موجود نہیں دیکھتا۔ یہ انتہائے سفر الی اللہ اور ابتدائے سفر فی اللہ ہے۔ یہاں سے عارفوں کا ابتدائی سفر ہے۔ بعض کا سفر اپنے صفات سے حق سبحانہ کے صفات کی طرف ہوتا ہے۔ یہ شخص اپنی صفات کو حق سبحانہ کے صفات دیکھتا ہے۔ اور اپنی طاقت و قوت سے باز آتا ہے۔ بعض کا سفر اپنی ذات سے حق سبحانہ کی طرف ہے۔

یہ شخص اپنی ذات سے بالکل فنا ہو جاتا ہے. بعض کا سفر فنا سے بقا کی طرف ہے. بعض کا سفر اللہ تعالےٰ کے صفاتِ فعلیہ سے صفاتِ جمالیہ کی طرف ہے. یہ سفر زاہدوں کی ابتدائی منزل ہوتی ہے. بعض کا سفر تجلیاتِ صفاتیہ فعلیہ سے تجلیاتِ صفاتیہ نفسیہ کی طرف ہے. بعض کا تمام تجلیاتِ صفاتیہ سے مجالیِ ذاتیہ کی طرف. بعض کا مجالیِ ذاتیہ سے خلق کی طرف ہے. جو نزول بعد عروج ہے. یہ شخص مسافرِ حضرت اور مسافرِ مطلق ہے. جو اس کے سوا ہے وہ مسافرِ مقید اور مسافرِ نسبی ہے. اور حقیقتِ غربت و سفر اسی ولیِ کامل کیلئے ثابت ہے اور یہی مسافر و غریبِ حقیقی ہے. سیدِ غربا و سردارِ مسافرین پر افضل صلاۃ و سلام ہو انتہیٰ

فقیر سورۂ یٰسین کو مولانا روم کی اس دعا پر ختم کرتا ہے.

یارب ایں بخشش نہ حدِ کارِ ماست	لطفِ تو لطفِ خفی را خود سزاست
دست گیر از دستِ ما ما را بخر	پردہ را بردار و پردۂ ما مدر
باز خر ما را ازیں نفسِ پلید	کاردش تا استخوانِ ما رسید
از چو ما بیچارگاں ایں بندِ سخت	کہ کشاید اے شہِ بے تاج و تخت
ایں چنیں قفلِ گراں را اے ودود	کہ تواند جز کہ فضلِ تو کشود
ما ز خود سوئے تو گردانیم سر	چوں توئی از ما بما نزدیک تر
با چنیں نزدیکی دوریم دور	در چنیں تاریکی بفرست نور

بیحدی تو در جمال و در کمال — در کژی ما بیحدیم و در ضلال

عہدِ ما بشکست و صد بار و ہزار — عہدِ تو چوں کوہ ثابت بر قرار

خویش را دیدیم و رسوائیِ خویش — امتحانِ ما مکن اے شاہ بیش

زیں دعا گر خشم افزاید ترا — تو دعا تعلیم فرما مہترا

آنچناں کادم بیفتاد از بہشت — رجعتش دادی کہ رست از دیوِ زشت

یاد دہ مارا سخنہائے دقیق — کہ ترا رحم آورد آں اے رفیق

ہم دعا از تو اجابت ہم ز تو — ایمنی از تو مہابت ہم ز تو

گر خطا گفتیم اصلاحش تو کن — مصلحی تو اے تو سلطانِ سخن

الحمد للہ کہ تفسیر سورۂ یٰسین ختم ہوئی۔ جو کچھ اسمیں کم و بیشی ہوئی ہو اللہ تعالےٰ معاف فرمائے آمین

بتاریخ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ جناب مولوی سید عبداللہ صاحب عرف شاہزادہ میاں صاحب نے خواب دیکھا کہ کسی مقام پر ایک بزرگ بیٹھے ہیں قرآن شریف کھولکر چند شاگردوں سے جو اُن کے روبرو بیٹھے ہیں بیان کر رہے ہیں کہ "اگر خدا کو پانا ہے تو سورۂ یٰسین پڑھو۔ کیونکہ سورۂ یٰسین قرآن شریف کا دل ہے" یہ کہکر کتاب الٰہی بند کر دی۔ الحمد للہ کہ اُس حدیث سے اس خواب کی تقویت ہوتی ہے جسکو ہم نے ابتدا سورۂ یٰسین میں لکھا ہے۔ خدائے تعالےٰ ہم سبکو اسکی تلاوت کا شوق دے۔ آمین